اللہ تک پہنچنے کے لئے نماز سے بہتر کوئی وسیلہ نہیں ہے۔
نماز کی حفاظت کرو نماز تمہاری حفاظت کرے گی۔
جتنی رؤیت بڑھے گی اتنا تم حفاظت میں آتے چلے جاؤ گے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ رمئی ۱۹۹۳ء بمقام ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ
إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۹﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَأَنْ تَقُوْلُوْا
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ
نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

(البقرہ: ۱۶۹ تا ۱۷۱)

پھر فرمایا:-

اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں ہر جمعہ کسی نہ کسی جماعت میں کوئی نہ کوئی ایسی تقریب منعقد ہو رہی ہوتی ہے کہ ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس جمعہ پر ہماری تقریب کا بھی یا افتتاح کیا جائے یا اس کا ذکر ضرور ہو جائے۔ شروع شروع میں دل رکھنے کی خاطر مجبوراً ایسا کرنا پڑے گا مگر بالآخر یہ ایک ایسی ذمہ داری ہے جسے ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہو جائے گا۔ واقعہ یہ

ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعتیں روز بروز ترقی کر رہی ہیں چند سال پہلے تک دنیا بھر میں جماعتوں کی جو تعداد تھی اب اس سے تقریباً ڈیڑھ گنی ہو چکی ہے اور جماعتوں کے بڑھنے کے ساتھ اس قسم کی تقریبات میں بھی اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے پھر جماعتی تقریبات ہیں۔ مجالس کی تقریبات ہیں جو انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ، اطفال الاحمدیہ وغیرہ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے شروع میں تو دلداری کی خاطر اور شوق بڑھانے کے لئے ان خواہشات کو ضرور پورا کرنا ہوگا۔

آج مجلس انصار اللہ یو ایس اے کی طرف سے یہ درخواست ملی ہے کہ کل یعنی ہفتہ کے روز سے ہمارا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے اور ساتھ ہی مجلس شوریٰ بھی ہوگی اس موقع پر ہمارے لئے خصوصی پیغام دیں۔ پہلا خصوصی پیغام تو یہی ہے کہ اللہ مبارک فرمائے اور کثرت کے ساتھ انصار کو اس میں شمولیت کی اور اس اجتماع سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ اجتماع میں شمولیت سے ایک رونق سی پیدا ہو جاتی ہے، دلوں میں ولولے سے اٹھتے ہیں اور انسان دو تین دن کے عرصہ میں ہی وقتاً فوقتاً بلکہ ساتھ بہ ساتھ ایمان میں ترقی کرتا ہوا محسوس کرتا ہے اور اجتماع کے دوران دلوں کی جو کیفیت ہوتی ہے اگر وہ سارا سال رہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرے گی۔

پس میری نصیحت یہی ہے کہ ان کیفیات کی حفاظت کیا کریں، یہ مقدس امانتیں ہیں جو آپ کو جماعتی اجتماعات کے موقع پر عطا ہوتی ہیں خواہ وہ جلسہ سالانہ ہو یا دیگر ذیلی تنظیموں کی تقریبات ہوں سب احمدیوں کا یہ تجربہ ہے کہ دلوں میں غیر معمولی طور پر ایک تموّج پیدا ہو جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو پہلے سے بہت زیادہ جماعت کے قریب پاتا ہے اور نیکیوں کے قریب پاتا ہے تو ان کی حفاظت کے لئے اس تموّج کی حفاظت ضروری ہے۔ بعض نیکیاں ایسی ہیں جو انسان کو سنبھال لیتی ہیں اور حفاظت کرتی ہیں، بعض نیکیاں ایسی ہیں جن کی حفاظت کرنی پڑتی ہے تب وہ حفاظت کرتی ہیں ایسی نیکیوں میں سے قرآن کریم نے نماز کی مثال دی ہے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا کہ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ (البقرہ: ۲۳۹) تم نماز کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ تم نماز کی حفاظت کرو اور نماز تمہاری حفاظت کر رہی ہو۔ پس بہت سی ایسی نیکیاں ہیں جو حفاظت چاہتی ہیں اور مسلسل حفاظت چاہتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں آپ کو ان کی طرف سے بھی مسلسل حفاظت ملے گی اور اس کا آخری تعلق دل کے جذبہ سے ہے اور ولولہ سے ہے اگر ولولہ جھاگ کی طرح اٹھے اور جھاگ کی

طرح بیٹھ جائے۔ دو تین دن کے اندر سمٹ کر وہیں جولانی دکھائے اور وہیں ختم ہو جائے تو ایسے ولولہ سے مستقل فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔

پس میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر ایسے اجتماع کے وقت ہر فرد کو جو حصہ لے رہا ہو اس کو کچھ نہ کچھ فیصلے کرنے چاہئیں اور ان فیصلوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔ ہر اجتماع کے موقع پر ہر شخص اگر یہ سوچے کہ میں نے جو لذت پائی تھی اسے ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے کیا طریق ہے تو ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان نمازوں میں باقاعدہ ہو جائے۔

اجتماع کا نماز کے ساتھ جو یہ تعلق ہے اس پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اجتماع اللہ کی خاطر نہیں اور جو سرور آپ حاصل کر رہے ہیں وہ خدا کی خاطر نہیں تو اس اجتماع کا ولولہ ایک جھوٹا ولولہ ہے اس کو زندہ رکھنے کی ضرورت بھی کوئی نہیں ایسے اجتماع کا ولولہ تو ہر میلے پر پیدا ہوتا ہے بلکہ بعض میلوں پر جانے والے جانتے ہیں کہ ان کو دینی اجتماعات کے مقابل پر میلوں میں شامل ہونے کا بہت زیادہ مزا آ رہا ہے۔ پس سب سے پہلے میری نصیحت یہ ہے کہ اپنے اس ولولے کا تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ آپ کو خدا کے قرب کی وجہ سے لذت آئی تھی، نیکیوں کے قریب ہونے کے نتیجہ میں لذت ملی تھی یا محض اس لئے کہ ایک ہنگامہ تھا ایک رونق تھی، اچھی نظمیں پڑھی گئیں۔ اچھی تقریریں ہوئیں اور ایک ذہنی لطف اٹھا کر آپ اپنے گھروں کو واپس لوٹے اگر قرب الٰہی کا احساس ہے اگر یہ احساس ہے کہ نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر دن رات نیکی کی باتیں کر کے بہت مزا آیا ہے تو پھر لازماً اس جذبہ کی حفاظت ہونی چاہئے اور یہ حفاظت نماز کر سکتی ہے اور کوئی چیز نہیں کر سکتی کیونکہ نماز میں روزانہ پانچ دفعہ آپ کو بار بار ان ولولوں کا اعادہ کرنا ہوتا ہے، پانچ مرتبہ خدا کے حضور حاضر ہونا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے تعلقات کو استوار کرنا ہوتا ہے، ان تعلقات کو دن بدن بہتر بناتے چلے جانا ہے اگر ایسا ہو تو نمازیں زندہ رہتی ہیں۔

ایک معنی حفاظت کا یہ بھی ہے کیونکہ حفاظت کا شعور اور توجہ سے گہرا تعلق ہے، غفلت اگر ہو تو حفاظت نہیں رہتی۔ میرا زندگی بھر کا یہ تجربہ ہے کہ نمازوں میں اگر ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو نمازوں سے انسان پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ پانچ وقت کی نماز جہاں ایک نعمت ہے وہاں ایک پہلو سے اس میں ایک خطرہ بھی مضمر ہے جو چیز بار بار اسی طرح ویسے ہی

جذبات کے ساتھ کی جائے اس سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے، اس سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے، اس سے نیند سی آنے لگتی ہے اور انسان کوشش کرتا ہے کہ رسمی طور پر اس چیز سے گزر جاؤں اور پھر اپنے دلچسپ مشاغل کی طرف لوٹوں۔ یہ جو انسانی کیفیت ہے یہ اس بات کی مظہر ہے اور قطعی شہادت دے رہی ہے کہ آپ نے نماز کی حفاظت نہیں کی کیونکہ آپ نماز سے غافل ہو رہے ہیں اور جب آپ نماز سے غافل ہو رہے ہوں تو حفاظت ہو ہی نہیں سکتی۔ حفاظت کا مضمون ہمہ وقت بیداری کا مضمون ہے حفاظت کا مضمون بتاتا ہے کہ اپنی نماز میں ہمیشہ ایسا تنوع پیدا کرتے چلے جائیں کہ اس میں ایک تازگی پیدا ہو، ایک لذت پیدا ہو، نماز سے ایک نیا تعارف حاصل ہو اور وہ جاگا ہوا شعور نماز کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں پھر نماز آپ کی حفاظت کرتی ہے۔ اجتماع کے موقع پر خواہ وہ کیسا ہی اجتماع ہو جماعت کا کہہ لیں یا ذیلی تنظیموں کا، انسان کو ان باتوں پر غور کرنے اور ان تجارب کے نتیجہ میں کچھ مستقل فیصلے کرنے کا ایک موقع ضرور مل جاتا ہے۔ میرا یہ مشورہ ہے کہ یونائیٹڈ سٹیٹس میں جو اجتماع ہو رہا ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ اس ریزولیوشن کی ضرورت ہے، یہ عہد باندھنے کی ضرورت ہے کہ ہم روزمرہ خدا کے قریب ہونے کی کوشش کریں گے کیونکہ خدا کے قریب ہونے کی کوشش تو ہر جگہ ضروری ہے لیکن بعض جگہ یہ زندگی اور موت کا بہت زیادہ مسئلہ بن جاتی ہے۔ ایسے غریب معاشرے جہاں خدا سے بدکانے اور دور ہٹانے کے سامان کم ہیں وہاں غفلت کے نتیجہ میں فوری ہلاکت واقع نہیں ہوا کرتی۔ غفلت کی حالت میں آپ رہ بھی سکتے ہیں کیونکہ اتنے لٹیرے نہیں ہیں، اتنے ڈاکو نہیں ہیں اس لئے خطرات کم ہیں لیکن یونائیٹڈ سٹیٹس مغربی تہذیب کی سب سے بلند و بالا چوٹی ہے اور مغربی تہذیب میں مذہب کو نکال کر جو بدیاں پائی جاتی ہیں وہ تمام خدا سے دوری کی بدیاں ہیں۔ ان بدیوں کی پہچان یہ ہے کہ انسان خدا سے جتنا دور ہوا تنا ہی مادیت میں لذت پاتا ہے اور خدا کے قرب سے گھبراتا ہے۔ جتنا وہ اپنی لذت گاہوں کے قریب جاتا ہے خدا کے تصور سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور ان لذتوں کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں پھر خدا کا قرب تکلیف دینے لگتا ہے۔ بعض باتیں رفتہ رفتہ ہو رہی ہوتی ہیں اور آپ کو پتا بھی نہیں لگتا کہ ہم سرکتے سرکتے کہاں جا پہنچے ہیں اور آگے ہمارا رخ کس طرف ہے۔ میں نے پہلے ایک دفعہ مثال دی تھی کہ اپنے بچوں پر نظر رکھ کر دیکھیں کہ ٹیلی ویژن پر وہ پروگرام دیکھ رہے ہوں اور ان کے کان میں آواز

پڑے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز پڑھو تو ان کے چہرے پر جو ردعمل ہے اس کا مطالعہ کر کے دیکھیں بعض ایسے ردعمل ہوں گے کہ جو پڑھ کر والدین کے ہوش اڑ جانے چاہئیں کیونکہ وہ ان کی قطعی ہلاکت کی خبر دے رہے ہوں گے وہ وہاں سے ایسی بیزاری سے اٹھیں گے کہ کیا عذاب، کیا مصیبت ڈالی ہوئی ہے۔ ہم جب کوئی پروگرام دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آواز پڑ جاتی ہے کہ اٹھو جی نماز پڑھو یہ کرو تو وہ کرو۔ یہ ردعمل بعض دفعہ دبا ہوا صرف اداؤں سے معلوم ہوتا ہے بعض دفعہ لفظوں سے ظاہر ہو جاتا ہے اور ایسے بچے انتظار کرتے ہیں کہ جب بھی ماں باپ کے دائرہ اثر سے باہر جائیں تو پھر اپنی مرضی کے رستے تلاش کریں اپنی مرضی کی دلچسپیوں میں حصہ لیں اور یہ جو ہلاکت ہے یہ سب سے زیادہ مغرب میں ہماری نسلوں کو آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی ہے اور یہ وہ ہلاکت ہے جو سب سے زیادہ امریکہ میں پل رہی ہے اور وہاں سے پھر باقی ممالک کو ایکسپورٹ ہوتی ہے۔ نئی دنیا نے تعیش کے جتنے ذرائع ایجاد کئے ہیں ان کی پیداوار کی سب سے بڑی منڈی امریکہ ہے اس منڈی سے یہ مال ہول سیل خرید کر پھر غیر ممالک کو بھیجا جاتا ہے۔

میں نے یہ بات جو چند لفظوں میں بیان کی ہے اس پر آپ غور کر کے دیکھیں تو تمام تفاصیل میں یہ بات درست نکلے گی۔ پس امریکہ جیسے ملک میں رہتے ہوئے جب آپ اجتماعات منعقد کرتے ہیں، انصار کے ہوں یا لجنہ کے یا کسی اور کے تو دیکھنا یہ ہے کہ ان اجتماعات سے آپ کو باقی رہنے والا کیا فائدہ حاصل ہوا۔ تمام دوسری تقریریں جو مختلف موضوعات پر ہیں وہ اچھی ہوں گی لیکن سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ امریکہ میں رہتے ہوئے اخلاقی قدروں کو جو خطرات درپیش ہیں، ہماری آئندہ نسلوں کو جو خطرات درپیش ہیں ان کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہوئے سب سے زیادہ زیر بحث لایا جائے اور اس کے متعلق ذرائع اختیار کئے جائیں تدبیریں سوچی جائیں ان پر دائماً عمل کرنے کے منصوبے بنائے جائیں اور پھر وقتاً فوقتاً جائزہ لینے کا انتظام بنایا اور نافذ کیا جائے۔ یہ سارے انتظامات جن کا میں ذکر کر رہا ہوں ان کا خلاصہ وہی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ قرب الٰہی کی کوشش کی جائے اور نمازوں کو قائم کیا جائے اور نمازوں کو قائم کرنے میں جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا نماز میں ایسی لذت پیدا کرنا ضروری ہے یا نماز سے ایسا تعلق باندھنا ضروری ہے کہ دیگر تعلقات اس کے مقابل پر ہیچ ہو جائیں۔ یہ اعلیٰ مقصد جب تک حاصل نہیں ہوتا نمازی محفوظ نہیں ہے کیونکہ

اس کی نمازیں محفوظ نہیں ہیں اور یہ اعلیٰ مقصد حاصل کرنے میں بڑی جدوجہد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس ضمن میں جو خطرات مغرب کی دنیا میں ہیں وہ مشرقی دنیا سے بہت ہی زیادہ بھیانک ہیں کیونکہ دو طرح کے فتنے یہاں بے دھڑک گھر گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور ہر گھر میں وہ کھیل کھیل رہے ہیں اور کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے۔

ان فتنوں میں سے ایک مغربی آزادی کا تصور ہے۔ایسا غیر متوازن تصور ہے کہ اگر آپ اس کا تجزیہ کر کے دیکھیں تو آپ کو حیرت ہوگی کہ کیسا جاہلانہ خیال ہے لیکن ہماری نسلوں کو اسی جاہلانہ خیال سے مذہب سے دور پھینکا جاتا ہے۔ان ممالک میں اور خصوصاً امریکہ میں جب بچہ جوان ہو رہا ہو یا بیٹی بڑی ہو رہی ہو اور بلوغت کی عمر کو پہنچ رہی ہو تو اس کے سکول کی طرف سے اس کے گردو پیش کی طرف سے اس کے دوستوں کی طرف سے اس کو پیغام ملتا ہے کہ مبارک ہو اب تم آزاد ہو رہے ہو۔ اے بچو اب تم آزادی کے قریب پہنچ رہے ہو اور اس عمر میں داخل ہو رہے ہو کہ تمہیں اپنے ماں باپ کی اقدار کی پیروی کرنے کی، مذہبی اقدار کی پیروی کرنے کی اخلاقی قدروں کی پیروی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ ساری فرسودہ باتیں ہیں۔اس وقت تک یہ تم پر لازم ہیں جب تک تم ماں باپ کے گھر میں رہنے کے پابند ہو جب تک ان کو کچھ اختیار ہے کہ تمہاری اخلاقی تعمیر میں کچھ کوشش کریں۔

اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ گئے اب تم آزاد ہو جس کے ساتھ چاہو راتیں بسر کرو جو چاہو گند کرو جس قسم کے ٹیکے لگوانے ہیں لگواؤ یہ دنیا چندروزہ ہے جیسے عیش کرنے ہیں عیش کرلو تمہیں اب کوئی پوچھ نہیں سکتا کوئی روک نہیں سکتا تم مادر پدر آزاد ہو۔اب مادر پدر آزاد ہونے کا جو یہ محاورہ ہے یہ اردو کا محاورہ ہے اور اس زمانہ میں بنا تھا جب مادر پدر آزاد ہوتا ہی کوئی نہ تھا کوئی قسمت کا مارا کہیں آزاد ہو جاتا ہوگا لیکن یوں لگتا ہے جیسے پیشگوئی کی گئی تھی اور یہ پیشگوئی سب سے زیادہ امریکہ پر صادق آرہی ہے۔وہاں پر بچہ بلوغت سے پہلے بھی مادر پدر آزاد ہونے کی کوشش کرتا ہے، نہ ماں کا اثر رہے نہ باپ کا اثر رہے اور معاشرہ اس کو یہ دھوکہ دیتا ہے اور شیطان اس کے کانوں میں یہ بات پھونکتا ہے کہ تم آزاد ہو اب تمہیں ان پابندیوں کی کیا ضرورت ہے۔اس آواز کا جھوٹ اور فریب ایک اور آواز سے ظاہر ہوتا ہے جو ساتھ ہی کانوں میں پڑتی ہے اور وہ قانون کی آواز ہے۔وہ آواز یہ کہتی ہے کہ دیکھو جو بلوغت سے پہلے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون توڑا کرتے تھے ان کی سزا کم ہوا کرتی تھی ان میں

تم پوری طرح ذمہ دار نہیں تھے۔ لیکن اب تم ایسی عمر کو پہنچ رہے ہو کہ خبردار جو تم نے کبھی قانون سے باہر قدم رکھا۔ ہمارے بنائے ہوئے قوانین یعنی انسانی قوانین کو اتنی طاقت ہے اتنی عظمت ہے کہ اب بلوغت کی عمر کے بعد ان کو توڑنے کا بھی کبھی تصور نہ کرنا ورنہ پہلے اگر تمہیں قتل کے الزام میں وقتی معمولی سزائیں دی جاتی تھیں (اگر قتل ثابت ہو جائے تو) کیونکہ بالغ عمر کو نہیں پہنچے تھے۔ لیکن اب اگر قتل کرو گے تو عمر قید بھی ہو سکتی ہے اور بعض ریاستوں میں پھانسی بھی لگ سکتی ہے تو یہ ایک اور آواز اٹھ رہی ہے عمر وہی ہے وہی عمر کی ایک لکیر ہے جس سے قدم دوسری طرف جانے والا ہے خدا کے قانون کے مطابق ان قوموں کا یہ پیغام ہے کہ اے وہ بچے جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ رہے ہو مبارک ہو تم خدا کی خدائی سے آزاد کئے جاتے ہو۔ اخلاقی قیود کے متعلق ان کو پیغام ہے کہ اے بچو! جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ رہے ہو۔ تمہیں مبارک ہو کہ ہر قسم کی اخلاقی قدروں سے ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔ معاشرتی اور تمدنی طور پر ان کو یہ پیغام ملتا ہے کہ اے بچو جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ رہے ہو تم ماں باپ رشتے داروں، پرانی خاندانی اور روایتی قدروں سے آزاد کئے جاتے ہو۔ تو اب ان باتوں کی پیروی کی کوئی ضرورت نہیں ہے جو چاہو کرتے پھرو اور قانون کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ ہاں انسان کے بنائے ہوئے ہمارے ملک کے جو قوانین ہیں خبردار جوان کو ٹیڑھی نظر سے دیکھا۔ عمر ایک ہی ہے پیغام دو ہیں اسی کا نام دجل ہے اسی کا نام دھوکہ بازی ہے اگر بلوغت کی عمر کا تقاضا ذمہ داری تک کی عمر کو پہنچنا ہے۔ تو دونوں طرف برابر یہی پیغام ملنا چاہئے تھا دونوں آوازیں یکساں اور ہم آہنگ ہونی چاہئے تھیں اور ملک کے بڑے بڑے جو بااثر لوگ ہیں یا سکولوں کالجوں میں جو اساتذہ وغیرہ ہیں اور جو بچوں پر اثر رکھتے ہیں ان سب کو یہی کہنا چاہئے کہ دیکھو تم انسانی قانون کی زد میں آرہے ہو اخلاقی قانون کی زد میں بھی پہلے سے بڑھ کر ہو۔ مذہبی قانون کی زد میں بھی پہلے سے بھی بڑھ کر ہو اگر تم سچے ہو تو جس چیز کو تم سچائی سمجھتے ہو اس پر تمہیں پہلے سے بہت زیادہ ذمہ داری سے عمل کرنا ہوگا اس سے غرض نہیں ہے کہ تم عیسائی ہو یا مسلمان ہو یا ہندو یا سکھ ہو لیکن تم اس سچائی کو جس کو تم نے قبول کر رکھا ہے سچائی سمجھ کر قبول کر رہے ہو۔ پس اعلیٰ انسانی قدروں کا تقاضا ہے، بالغ نظری کا تقاضا ہے کہ تم پہلے سے بڑھ کر ان چیزوں کی قدر کرو لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے بالکل برعکس دو الگ الگ پیغام دنیا کو دیئے جا رہے ہیں۔ اجتماع کے موقع پر آپ کو یہ سوچنا چاہئے کہ آپ کس ملک میں ہیں اور اس ملک

کے خطرات کیا کیا ہیں اور ان کی نشاندہی کرنی چاہئے اور یہ جو پیغام امریکہ کے لئے ہے یہی پیغام ساری مغربی دنیا کے لئے ہے بسا اوقات میں مشرقی ممالک کی خرابیوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتا ہوں اب مغربی دنیا میں ہونے والے اجتماع کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ آج کے خطبہ کو زیادہ تر اسی دائرہ میں محدود رکھنا چاہئے کہ مغربی دنیا میں اس احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو جو مختلف قسم کے چیلنج مل رہے ہیں، مختلف قسم کے خطرات درپیش ہیں ان کے متعلق ہمیں کس طرح جوابی کارروائی کرنی چاہئے۔

طریقۂ کار جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہی ہے کہ خدا کی طرف واپس جانا ہوگا، یہی خلاصہ ہے جو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی حفاظت نہیں اور اللہ تک پہنچنے کے لئے نماز سے بہتر کوئی وسیلہ نہیں ہے ان دو باتوں کے علاوہ اب میں تفصیل سے یہ بتا رہا ہوں کہ خطرات کی نشاندہی کریں کیونکہ قرآن کریم نے ہمیں پہلے سے متنبہ کر رکھا ہے کہ شیطان ایسی اطراف سے، ایسی سمتوں سے ایسے لباس میں حملے کرتا ہے کہ تم اس کو دیکھ نہیں رہے ہوتے۔ پس دو ہی وجود ہیں جن کے متعلق قرآن کریم نے اس قسم کے لفظ استعمال کئے ہیں کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اُسے نہیں دیکھ رہے۔ ایک خدا ہے جس کے متعلق بار بار ہمیں بتایا گیا کہ دیکھو تم نہ بھی دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے تم اس سے غافل نہ رہنا اور دوسری طرف انتہا پر یہ بتا دیا گیا کہ شیطان بھی تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم اسے نہیں دیکھ رہے یعنی اکثر آنکھیں بند کر لیتے ہو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس لئے تم جو مرضی کرتے پھرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ شعور پیدا کرو، خدا کو دیکھنے کا اپنے اندر احساس پیدا کرو، اپنی فکر کی نظر سے، اپنے جذبات کی نظر سے تم بھی خدا کو دیکھنے کی کوشش کرو اور اس پہلو سے جتنی رؤیت بڑھے گی اتنا زیادہ تم حفاظت میں آتے چلے جاؤ گے۔ دوسری طرف شیطان کو دیکھنے کی کوشش کرو سمجھو کہ وہ کس طرف سے حملہ آور ہوتا ہے عام دنیاوی زبان میں یہ ایسا ہی مضمون ہے کہ تمہیں پتا ہونا چاہئے کہ تمہارے حفاظت کے سامان کہاں واقع ہیں، کہاں تمہاری بندوقیں، کہاں تمہارے ہتھیار، کہاں تمہارے ساتھ کے مددگار، کون سے مضبوط قلعے ہیں جن میں تم محفوظ ہو سکتے ہو وغیرہ وغیرہ اور دوسری طرف یہ پتا ہونا چاہئے کہ تمہاری کمزوریاں کون کون سی ہیں، کہاں سے دشمن حملہ کر سکتا ہے۔ نقب کہاں سے لگ سکتی ہے کیسے ڈاکہ پڑ سکتا ہے کون سے غفلت کے ایسے لمحات ہیں جن میں عام طور

پر انسان سو جاتا ہے اور دشمن بیدار ہو جاتا ہے تو مضمون یہی ہے جو بیان ہوا ہے لیکن مذہبی اصطلاحوں میں وہ باتیں کی گئی ہیں۔ پس آپ کو شیطان کے متعلق نگاہ رکھنی چاہئے کہ کہاں سے حملہ آور ہوگا ان باتوں کی نشان دہی کرتے ہوئے میں نے ایک مثال دی ہے ایک آپ پر اور آپ کی نسلوں پر حملہ کرے گا کہ تم بالغ ہو چکے ہو آزاد ہو خدا کا قانون اب تمہیں پابند نہیں کر سکتا تمہاری خاندانی روایات کی اب کوئی قیمت نہیں رہی جو چاہو کرتے پھرو۔ یہ جھوٹ ہے جس کے متعلق بچوں کو سمجھانا ضروری ہے یہ ایسا جھوٹ ہے جس کے متعلق بہت چھوٹی عمر سے بچوں متنبہ کرنا ضروری ہے اور سمجھا کر ان کو ہم خیال بنانا ضروری ہے ورنہ اگر پہلے سے ہی ان کی ذہنی تیاری آپ نے نہ کی تو وہ ہاتھ سے نکل چکے ہوں گے پھر وہ ان کی بات مانیں گے اور آپ کی ردّ کر دیں گے کیونکہ غیر کی بات میں ان کے نفس کی تمنائیں ساتھ شامل ہیں۔ غیر وہ باتیں کرتا ہے جس کی طرف نفس کا رجحان اور بہاؤ ہے انسان اس طرف جانا چاہتا ہے جس طرف بلایا جا رہا ہے اور دوسری طرف وہ ہے جہاں جانا نہیں چاہتا یعنی مشکل کام ہے۔ بے لذت کام ہے ایک بوجھ ہے طبیعت پر اور جذبات کی کئی قسم کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔
پس خلاصۃً ہماری تربیت کے مسائل یہی ہیں ان پر مزید تفصیل کے ساتھ نظر رکھنا اور ہر سوسائٹی کی طرف سے جو خطرات درپیش ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر پیش بندی کرنا اور سوراخوں کو بند کرنا یہ رَابِطُوْا (آل عمران: ۲۰۱) کے تحت قرآنی تعلیم ہے جس کے بڑے وسیع معنی ہیں یہ بھی پیغام ہے کہ جن جن ملکوں میں تم رہتے ہو اور جن جن سوسائٹیوں میں تم بستے ہو وہاں کے خصوصی خطرات کی نشاندہی کرو اور ان سوراخوں کو بند کر لو۔ جہاں سے وہ خطرات داخل ہوا کرتے ہیں جیسے چوہوں کے بلوں کو بند کیا جاتا ہے جیسے ان سوراخوں کو بند کیا جاتا ہے جہاں سے سانپ بچھو داخل ہو جایا کرتے ہیں اسی طرح انسانی اخلاقی دنیا کا حال ہے یہ واقعۃً جانور ہیں جو آیا کرتے ہیں۔ فرضی باتیں نہیں ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ شیطانی نظام کن معنوں میں کس طرح وسعت پذیر ہے۔ کہ ہر حال میں کسی نہ کسی طرح انسان تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کوئی ایسا شیطان ظاہری طور پر الگ وجود ہے بھی یا نہیں یا ہر شیطان انسان کے نفس میں ہی ہے ان بحثوں سے الگ یہ بات قطعی ہے کہ شیطان ہے ضرور خواہ وہ خون میں دوڑ رہا ہو یا باہر سے حملے کر رہا ہو اس کے حملے دکھائی دیتے ہیں اور نظر آتے ہیں اس کے وسوسے انسان ہر روز سنتا ہے اور ہر روز اکثر ان کے حق میں جواب بھی دے دیتا ہے، ہر

قسم کے وسوسے جو نیکی سے بدی کی طرف کھینچتے ہیں وہ آنکھ کھلنے سے شروع ہو کر رات آنکھ لگنے تک جاری رہتے ہیں اور پھر آنکھ لگنے کے بعد بھی وہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے کہ جو لوگ بد وساوس کا شکار رہتے ہیں بری تمنائیں پالتے ہوئے دن بسر کرتے ہیں آنکھ لگنے کے بعد نیند کے بعد بھی ان کی خوابیں اسی مضمون کی چلتی ہیں۔ وہ جو دن کے وقت کچھ کمی رہ گئی تھی وہ خوابوں کی دنیا میں پوری ہو جاتی ہے خواہ وہ خوابیں یاد رہیں یا نہ رہیں لیکن یہ ایک طے شدہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جیسی سوچیں لے کر انسان سوتا ہے ویسی ہی اس کو خوابیں بھی آتی رہتی ہیں اور پہلے جو شعوری پیغام ملا کرتے تھے اب وہ پیغام تحت الشعور میں ملنے شروع ہوتے ہیں اور بعض دفعہ وہ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں کیونکہ تحت الشعور کے پیغام اور زیادہ پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ شیطان وہاں سے حملے کرتا ہے جہاں سے تم دیکھ نہیں رہے۔

پس دن کے جو خیالات ہیں ان میں انسان کسی حد تک واقف ہوتا ہے کہ ہاں مجھے بدی کا پیغام ملا ہے بدی کی طرف میرا رجحان ہوا ہے لیکن ان باتوں کو سوچتے سوچتے جب آپ سو جاتے ہیں تو سوتے ہوئے تحت الشعور میں جو ہلچل مچتی ہے اور تمنائیں آپ کو خاص سمتوں میں روانہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں آپ کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ نیند سے بظاہر بڑے مزے سے آنکھیں ملتے ہوئے بیدار ہوتے ہیں اور ایک نیا دن شروع کرتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ بعض دفعہ رات کے بھوت اس نئے دن میں بھی آپ کا تعاقب کر رہے ہوتے ہیں، ساتھ چل رہے ہوتے ہیں اور وہ دکھائی نہیں دیتے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نفس میں بعض بدیاں کرنے کے فیصلے ہو چکے ہوتے ہیں۔ لاشعوری طور پر ہو چکے ہوتے ہیں اور آپ کو پتا بھی نہیں ہوتا کہ میرے نفس نے رات کیا فیصلے کئے ہیں۔ لیکن آئندہ جب آپ کو آزمایا جاتا ہے تو وہ رات کے فیصلے دن کے فیصلے بن جاتے ہیں۔ پھر آپ شعوری طور پر وہی حکم مانتے ہیں جو آپ کا لاشعور آپ کو دے رہا ہے۔ پس یہ بہت ہی گہرا مسئلہ ہے جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے کہ شیطان وہاں سے حملے کرتا ہے جہاں سے دکھائی نہیں دیتا۔ مومن کا کام ہے کہ ان جگہوں کی نشان دہی کرے، ان کو پہچانے اور ان کے مقابل پر مستعد رہے اور تمام دفاعی منصوبے بنائے اور حکمت کے ساتھ ان تمام سوراخوں کو بند کرے جہاں سے سانپ بچھو اور دیگر موذی جانور داخل ہوا کرتے ہیں۔

بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو مغرب میں عام ہوتی جارہی ہیں لیکن امریکہ میں وہ بنتی ہیں اور وہیں سے اکثر باقی دنیا کو وہ برآمد کی جاتی ہیں ان میں ایک Pregnancy and Birth out of Wedlock ہے اس کو میں نے انگریزی میں بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے بچے پیدا ہونا جن کو مذہبی قانون کی طرف سے پیدا ہونے کا کوئی حق نہیں ہے میں نے مذہبی قانون اس لئے کہا ہے کہ دنیا میں بہت سے مذاہب ہیں خواہ ان کا تعلق خدا سے ٹوٹ بھی چکا ہو وہ بھی جب با قاعدہ اپنی شادی بیاہ کی رسوم کے مطابق میاں بیوی کو ملاتے ہیں تو ہر مذہب کی رو سے وہ بچے جائز ہیں اوران کا حق ہے۔ پس خواہ وہ خدا سے بے تعلق بھی ہو چکے ہوں یہ اللہ کی رحمت عامہ ہے کہ اس نے یہ حق ساری دنیا کے مذاہب کو یا رواجات کو یا قوانین کو دے رکھا ہے مذاہب کے علاوہ بھی وہ تمام رواج، تمام قوانین، تمام رسمیں، جن کی رو سے مرد اور عورت کو میاں بیوی قرار دیا جاتا ہے اس کے بعد جو بھی اولاد پیدا ہوتی ہے مذہب کی نظر میں یعنی خدا کی نظر میں وہ جائز اور درست ہے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ اسلامی طریق پر شادی ہو یا کسی ہندوانہ طریق پر مذہبی بنیادی قانون جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے یہی ہے کہ ہر قوم میں اپنے رسم ورواج کے مطابق جو شادیاں ہوتی ہیں ان کی اولاد درست ہے، اولاد درست سے مراد یہ ہے کہ اولاد کا پیدا ہونا ایک تسلیم شدہ قانون، حق ہے۔

امریکہ ایک وہ ملک ہے جہاں بدنصیبی سے اس حق کی سب سے زیادہ خلاف ورزی ہو رہی ہے ایک موقع پر میں نے اعداد و شمار پڑھے تو میں حیران رہ گیا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ واقعۃً طبیعت لرز اٹھی کہ ان اعداد و شمار کی رو سے امریکہ میں ہر سال پیدا ہونے والے بچوں میں ۳۳ فیصد ناجائز بچے ہیں یعنی کسی قانون کی رو سے بھی ان کو پیدا ہونے کا حق نہیں ملتا خواہ وہ ریڈ انڈین کا قانون ہو یا عیسائیت کا ہو کوئی بھی ہو۔ دنیا کا قانون ہو تو ان کو گویا کسی مذہب نے، کسی رواج نے کسی قانون نے دنیا میں آنے کا کوئی حق نہیں دیا اور یہ بدرسم اب امریکہ میں ایک وبا کی صورت میں چل پڑی ہے اور اس کو کوئی جرم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ سوال یہ ہے کہ اگر جرم نہ سمجھا جائے تو کیا یہ بچے جائز ہوں گے۔ جہاں تک رسم ورواج کا تعلق ہے خدا نے آزادی دی ہے۔ ان کی رو سے خواہ وہ کیسے ہی رسم ورواج ہوں جب بھی شادی ہوگی وہ جائز اولاد ہوگی لیکن اگر کسی رسم ورواج کی پیروی نہیں کی جارہی، کھلی آزادی ہے یعنی لڑکا اور لڑکی آپس میں ایک ایسا تعلق قائم کرتے ہیں جس کو معاشرے نے تسلیم نہیں کیا

تو اس کے نتیجہ میں جو اولاد ہے اس کو ہم ناجائز اولاد کہتے ہیں۔ اگر ہر سال کسی ملک کا تیسرا حصہ بچے ناجائز اولاد بن رہے ہوں تو تین سال چار پانچ سال دس سال کے اندر اندازہ یہ لگایا جا سکتا ہے کہ ساری قوم کا خون ایک دفعہ گندا ہو چکا ہے اور یہ کئی بار ہو چکا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے ایک پہلو تو یہ ہے جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ عفت اور عصمت کی طرف آپ کو امریکہ میں خصوصیت کے ساتھ واپس آنا ہوگا اور اس کے لئے بہت وسیع جدوجہد کرنی ہوگی۔ ایسی جدوجہد جو جماعتی حدود کے اندر محدود نہ رہے بلکہ اچھل کر باہر سوسائٹی میں نکلے انصار اللہ کے لئے ایک بہت اچھا موقع ہے کیونکہ خدام اس قسم کی جدوجہد اگر شروع کریں تو ان کے اپنے لئے خطرات لاحق ہیں۔ کئی ایسے مواقع ہوتے ہیں۔ جہاں عورتوں کو بھی سمجھانا پڑتا ہے ماں باپ کے پاس جانا پڑتا ہے ایک مہم چلانی ہے جس میں تعلقات اس نوعیت کے ہیں کہ بڑی عمر کے لوگ زیادہ بہتر رنگ میں اس مہم کو چلا سکتے ہیں اس لئے انصار اللہ کو میرا دوسرا پیغام یہ ہے کہ یہ بات جس کی نشان دہی میں نے کی ہے اس سوراخ سے ساری اعلیٰ قدروں کو خطرہ ہے کیونکہ یہ دراصل اس بات کا پیغام ہے کہ آپ کی اگلی نسل کو کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں رہی اور ان کی زندگی خالصۃً لذّت طلبی کے لئے وقف ہوگئی ہے اور اتنا زیادہ آگے بڑھ چکے ہیں کہ ان کو کسی بات کا خوف نہیں رہا، کوئی ذمہ داری نہیں رہی، کوئی جواب دہی نہیں ہے جو چاہیں کریں اور معاشرہ اس کو قبول کرلے گا۔ ایسی صورت میں آئندہ کی ساری نسلوں کے تباہ ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ Single parents ایک والد یا والدہ بچوں کی دیکھ بھال کرے اور ناجائز اولاد کی صورت میں محض والدہ کے سپرد ہو جاتا ہے اور اس نے ہی اس کی دیکھ بھال کرنی ہے اور جیسی حالت میں وہ پیدا ہوا ہے وہ ماں اس کو اخلاقی تعلیم دے بھی نہیں سکتی۔ وہ اس عصمت کی طرف بلا ہی نہیں سکتی اور ایسے بچے شروع ہی سے ہاتھ سے نکلے ہوئے ہیں۔

یہاں ضمناً میں آپ کو یہ بات بھی بتادوں کہ جہاں تک میں نے قرآن کریم کا یا سنت کا مطالعہ کیا ہے حق کے لحاظ سے خدا کی نظر میں اور اسلام کی نظر میں ہر بچہ برابر ہے اور معاشرہ اس کو اس کے بنیادی انسانی حق سے اس لئے محروم نہیں کرسکتا کہ وہ ناجائز اولاد ہے۔ ناجائز کا تعلق ماں باپ سے ہے، ناجائز کا تعلق اس معاشرے اور سوسائٹی سے ہے جس نے وہ ناجائز کام سامنے ہونے دیا ہے لیکن جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بے قصور ہے کیونکہ قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا

ہوتا ہے اور فطرت سے مراد اللہ کی فطرت ہے۔قرآن کریم میں کہیں آپ کو یہ فرق دکھائی نہیں دے گا کہ فلاں قسم کا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور فلاں قسم کا بچہ فطرت پر نہیں پیدا ہوتا۔اس لئے اس بنیادی بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔میں اس لئے سمجھا رہا ہوں کہ بعض دفعہ بعض احمدی میاں بیوی جس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم نے فلاں جگہ سے بچہ مانگا ہے۔اگر وہ بچہ وہ نکلا جس کی ولدیت ہی جائز نہیں تو پھر ہم کیا کریں گے۔ہمارے لئے یہ درست ہے کہ نہیں،تو میں ایسے میاں بیوی ہوں یا دوسرے لوگ ہوں، ان سب کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے ہر بچے کو ایک برابر آزادی دی ہے اور انسانی قدروں میں برابر حقدار قرار دیا ہے اور ہر بچے کی عزت نفس قائم فرمائی ہے جو اس کے عزت نفس پر حملہ کرتا ہے وہ جہالت سے کرتا ہے اور وہ خدا کے مقابل پر کھڑا ہوتا ہے اس لئے ہر بچہ معصوم ہے اس بات کو پلے باندھ لیں ہرگز ایسی سوچیں نہ سوچیں یا ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس سے خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ظاہر ہونے والے بچے،خواہ وہ اس کے قانون کے مطابق ہوں یا قانون کے خلاف ہوں مختلف طرح کے سلوک کے محتاج سمجھے جائیں۔انسان قدروں میں سب برابر کے شریک ہیں پھر وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ (فاطر:۱۹) کا قانون ہے کہ ایک بوجھ اٹھانے والے کا بوجھ دوسری جان پر نہیں ڈالا جائے گا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:۲۸۷) خدا کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا،تو وہ بچہ جو معصوم پیدا ہوا ہے اس بے چارے پر ماں باپ کا بوجھ کیوں ڈالا جائے۔جس نے گناہ کیا ہے وہی کمائے گا اور جو بے توفیق ہے جس کو یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ میں دنیا میں آؤں یا نہ آؤں۔اس معاملہ میں اس کا کوئی دخل ہی نہیں ہے اس کو خدا کیسے پکڑ سکتا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کے اعلان کے بعد اس کی پکڑ اور اس کا مواخذہ ہو ہی نہیں سکتا لیکن معاشرے پر یہ ذمہ داری ہے کہ آئندہ ان کو واقعۃً باخدا بنانے کی کوشش کریں۔اگر ان کے ساتھ اچھا سلوک ہو ان سے رحمت کا سلوک ہو ان کی تربیت کی طرف توجہ ہو تو یہ لوگ باخدا بن سکتے ہیں۔ہمیں دو طرح کی جدوجہد کرنی ہوگی۔

اول: اس برائی کی بیخ کنی کے لئے خصوصاً مغربی ممالک میں مجالس انصار اللہ کو منصوبے بنانے چاہئیں اور حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے کہ احمدی نسلوں میں عفت کا احساس پیدا ہو اور اس

برائی کی جڑیں اکھیڑی جائیں کیونکہ اگر اس برائی کی جڑیں نہ اکھیڑی گئیں تو یہ برائی اپنے انتقام پر آمادہ ہوئی بیٹھی ہے۔اس برائی سے ایسی بیماریاں جنم لے چکی ہیں جوان بچوں کو ناحق دنیا میں داخل کرنے والوں کو اس دنیا سے نکالنے کا انتظام کریں گی۔ یہ خدائی انتقام ہے اور AIDS کے ذریعہ اس انتقام کی داغ بیل ڈالی جا چکی ہے اور دن بدن اس کے خطرات بڑھ رہے ہیں لیکن جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ بیماری غالباً اس صدی کے آخر پر آخری دو تین سالوں میں تیزی کے ساتھ پھوٹے گی اور بہت بڑے پیمانے پر ان مجرموں کو ہلاک کرے گی۔ پس اس بات کو بھی پیش نظر رکھیں تو جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ انسان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔

پھر اس کوشش کا ایک فائدہ یہ ہے کہ چونکہ یہ کوشش معاشرہ میں چاروں طرف کی جارہی ہو گی اس لئے احمدیوں کے محفوظ ہونے کے زیادہ امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو باشعور طور پر اپنے گردو پیش کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ خود محفوظ ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کے خود ہلاک ہونے کا کم خطرہ ہے تو ایک یہ خطرہ ہے جس کی میں نشاندہی کر رہا ہوں کہ یہ بیماری بہت تیزی کے ساتھ پھیلتی چلی جارہی ہے اور وبائی شکل اختیار کر رہی ہے اور اس کی روک تھام کے لئے وہ تمام اقدام کرنے ہوں گے جو اسلامی معاشرے نے پہلے سے کر رکھے ہیں۔قرآنی تعلیم نے پہلے سے ہی ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔اس منصوبہ پر عمل درآمد کا منصوبہ آپ نے بنانا ہے۔

منصوبہ پہلے سے ہی موجود ہے۔عورت اور مرد کے متعلق جو فاصلے ڈال رکھے گئے ہیں جو اخلاقی تعلیم دی گئی ہے، اپنی سجاوٹ کس کے سامنے ظاہر کرنی ہے اور کس کے سامنے نہیں کرنی اور دوسرے ایسے ہی قوانین مثلاً شراب کی مناہی ہے، بے پردعورت اور مرد کی مجالس کا اکٹھے لگانا اور بے حیائی کے ساتھ گفتگو کرنا، بے حیائی کے لباس میں رہنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایک لمبا منصوبہ ہے جو قرآن کی پیش کردہ تہذیب اور قرآن کے پیش کردہ تمدن میں پہلے سے موجود ہے۔آپ نے اس منصوبے پر نظر رکھ کر یہ منصوبہ بنانا ہے کہ اس کو دوبارہ رائج کیسے کرنا ہے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ایک پردہ کے متعلق ہی آپ گفتگو کر کے دیکھ لیں۔آپ کو کیسے کیسے جواب ملیں گے ایک دفعہ اسلام آباد پاکستان کے متعلق مجھے اطلاع ملی کہ وہاں خواتین پردے میں زیادہ بے احتیاط ہوتی چلی جارہی ہیں تو میں نے ربوہ پیغام بھجوایا کہ تمام اطراف سے کوشش کریں صرف لجنہ کا کام نہیں۔نظارت اصلاح

وارشاد، خدام الاحمدیہ، انصاراللہ وغیرہ سب مل کر مجموعی طور پر ایک مہم چلائیں اور اپنی بہنوں کو سمجھائیں ۔اپنی بچیوں کو بتائیں کہ اس میں کیا کیا خطرات ہیں۔ پردہ کے متعلق میں نے یہ معیّن نہیں کیا کہ ضرور برقعہ پہنا جائے مگر یہ بتانا کہ بہت سے خطبات میں عمومی روشنی میں ڈال چکا ہوں۔ پردہ اور بے پردہ ان دونوں کے درمیان ایک فرق ہے اور وہ برقعہ یا برقعہ کا نہ ہونا نہیں ہے۔ وہ فرق ایک رجحان کا فرق ہے اور صاف پہچانا جاتا ہے۔ایک لڑکی بعض دفعہ برقعہ میں بھی بے پردہ ہوتی ہے اور دوسری لڑکی عام لباس میں بھی پردہ دار ہوتی ہے تو میں نے ان کو سمجھایا کہ جو رجحان ہے وہ دراصل حقیقت میں پردے سے آزادی کا رجحان ہے باقی بہانے ہیں کہ ہم برقعہ نہیں پہن سکتے جو نظر آ رہا ہے وہ تو خطرات ہیں کہ ایک معاشرہ سے متاثر ہو کر سوسائٹی اس کے سامنے سجدہ ریز ہو چکی ہے یا اس سوسائٹی کے بعض لوگ سجدہ ریز ہو چکے ہیں اور پھر وہ بہانے ہیں کہ جی برقعہ میں بھی تو لوگ بے حیاء ہوتے ہیں ان کو پہلے آپ کیوں نہیں روکتے ۔ ہماری طرف آتے ہیں اور ہم پہن بھی نہیں سکتے اور اس قسم کی دوسری باتیں۔تو میں نے ان کو سمجھایا کہ آپ بات وہ پیش کریں جس کا کوئی حقیقی جواب نہ ہو۔ پردے کی روح کو قائم کرنے کا جہاد ہے اور ماں باپ کو سمجھائیں کہ اپنی بچیوں کو جب آپ کالجوں میں بے پرد بھیجتے ہیں اور اسی طرح وہ ہیں جس طرح باقی معاشرہ ہے تو ان کو خطرات ہیں۔اس کے نقصان ہوں گے۔اس مہم کے جواب میں جو تلخ باتیں پیغام پہنچانے والوں کو سننی پڑی ہیں اس کی تلخیاں باقاعدہ مجھ تک بھی پہنچتی تھیں اور یوں لگتا تھا جیسے انتقام لیا جا رہا ہے کہ اصلاح کی کوشش کیوں کی جارہی ہے تو ایک ہی پہلو جو پردے کا پہلو ہے اسی کے لئے اگر آپ جدوجہد کریں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ کتنے صبر کی ضرورت ہے۔ ہر اچھی بات کے جواب میں ایک بری بات آپ کو سننی پڑے گی کیونکہ جو شخص یہ فیصلہ کر چکا ہو کہ میں نے دنیا کی لذت یابی میں کسی دوسری قدر کی پرواہ نہیں کرنی۔ میں نے اپنے مزے کی زندگی ضرور بسر کرنی ہے۔کون ہوتا ہے میری آزادی کو روکنے والا؟ جب آپ اس کی بھلائی کی باتیں اس سے کہتے ہیں تو وہ غصہ کرتا ہے۔وہ ناراض ہوتا ہے وہ آگے سے بھڑکتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ میری آزادی پر بھی حملہ کیا گیا اور میری عزت پر بھی ہاتھ ڈالا گیا۔ مجھے سمجھانے والا یہ ہوتا کون ہے؟

پس نصیحت کا کام بہت ہی مشکل کام ہے اور جتنا مشکل کام ہے اتنی ہی زیادہ حکمت اور سلیقے کی ضرورت ہے۔بات کہنے کے انداز میں فرق ہو جاتا ہے۔پس یہ نہیں ہے کہ محض ایک پیغام ہے جو

آپ نے آگے پہنچا دینا ہے۔ یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیسے پہنچایا جائے کن لفظوں میں بات کی جائے کیا براہ راست پیغام پہنچایا جائے یا کسی اور ذریعہ سے پہنچایا جائے۔ مثلاً ایک بچی کو آپ کسی ایسی حالت میں دیکھتے ہیں اور خدام الاحمدیہ یا انصار اللہ یا لجنہ کی طرف سے اس کو یا ماں باپ کو پیغام مل جاتا ہے کہ آپ کی بچی فلاں حالت میں دیکھی گئی تو کیا آپ کا خیال ہے کہ اس سے فائدہ ہوگا، ہرگز نہیں۔ بچی بھی بھڑکے گی، ماں باپ بھی بھڑکیں گے، غصہ پیدا ہوگا اور نظام کے خلاف منافرت کی ایک مہم چلائی جائے گی وہ کہیں گے کہ تم پہلے اپنی بچیاں سنبھالو۔ ہم نے تمہاری بیٹیاں بھی دیکھی ہوئی ہیں۔ فلاں یہ کرتا پھرتا ہے اور فلاں یہ کرتا پھرتا ہے اور جو اندر ہو رہا ہے وہ سب کچھ ہمیں پتا ہے۔ یہ جوابی حملے کے ٹکسالی جملے ہیں۔ یہ ضرور سننے پڑتے ہیں تو اصلاح کی مہم چلانا کوئی معمولی بات نہیں ہے اس میں غیر معمولی حکمت کی ضرورت ہے اور غیر معمولی صبر کی بھی ضرورت ہے۔ حکمت سے اگر منصوبہ بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ میں کوشش کرتا ہوں کہ جب بھی مجھے کسی گھر کے متعلق معین اطلاع ملے کہ فلاں گھر ہے اس میں یہ خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں تو مختلف ذرائع سے ان کو سمجھا کر کہ یوں آپ نے کوشش کرنی ہے ان کو تاکید کرتا ہوں کہ اس ذریعہ سے فلاں ذریعہ سے اس احتیاط کے ساتھ اس گھر کو سنبھالنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ الا ماشاء اللہ اتنا حیرت انگیز طور پر مثبت نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ عش عش کر اٹھتا ہے کلام الٰہی کی سچائی پر، جس میں فرمایا گیا کہ فَذَكِّرْ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿١٠﴾ (الاعلیٰ: ۱۰) نصیحت کر اور یاد رکھ کہ اگر نصیحت حقیقی ہو اور سچی ہو، محمد رسول اللہ ﷺ کی نصیحت جیسی ہو تو وہ ضرور فائدہ دے گی۔

پس بہت بڑی مہم ہے جو ہمارے سامنے ہے اور مغربی معاشرے کی صرف ایک ہی برائی میں نے ابھی بتائی ہے۔ بہت سے ایسے رجحانات ہیں جو سخت مہلک ہیں۔ بعض ان میں سے بڑے ہیں، بعض چھوٹے ہیں لیکن بڑے اور چھوٹے ایک قسم کی مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی ایک قبیل ہے، ایک خاص طرز کی وہ بداخلاقیاں ہیں جو ایک دوسرے کو طاقت دیتی ہیں اور دیکھنے میں بعض دفعہ بظاہر ایک چھوٹی سی علامت ظاہر ہوتی ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے یا جس شخص میں ظاہر ہو رہی ہیں وہ سمجھتا ہے کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے جب نوجوان بچیاں یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم نے بِدکنا ہے اور قوانین یا اخلاقی قدروں سے باہر نکلنا ہے تو ان کے بالوں کے

انداز میں اوران کے کپڑوں کے انداز میں چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں ہوتی ہیں اور ہر نظر اس کو پہچان سکتی ہے۔ اگر آپ ان کے ماں باپ کو یہ کہیں کہ اس کے بال ایسے تھے تو ماں باپ بھڑک کر کہیں گے تم اس کے بالوں کے متعلق کچھ کہنے والے کون ہوتے ہو؟ اس کا حق ہے جس طرح مرضی رکھے۔ آپ کہیں اس کے کپڑے ایسے تھے تو کہتے ہیں تم کون ہوتے ہو ایسا کہنے والے۔ اپنی بیٹیوں کے کپڑے سنبھالو۔ خبردار جو ہماری بیٹیوں کے کپڑوں پر بات کی۔ یہ سمجھانے کا طریقہ نہیں ہے۔ علامتیں سچی ہیں۔ انہوں نے جو پیغام دیا وہ ضرور سچا ہے لیکن ماں باپ کو سمجھاتے وقت محبت اور ہمدردی اور گہرے درد کے ساتھ علیحدگی میں ان کو کہنا ہوگا کہ آپ اپنی بچیوں کی حفاظت کریں ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ آپ کا فکر ہے، آپ کو صدمہ پہنچے گا اور صرف ایک نہیں اور کئی انداز ہیں۔

پھر ساتھ اس کے لئے دعائیں کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ یہاں اجتماعات پر بھی مجھے بعض نوجوان خدام ایسے ملتے ہیں جو جماعتی کاموں میں نئے نئے شامل ہو رہے ہوتے ہیں لیکن کسی کے کان میں بُندا لٹکا ہوتا ہے اور کسی کا آگے سے بٹن کھلا ہوتا ہے اور خاص طور پر بال دکھائے جا رہے ہیں اور امریکہ میں تو یہ بھی رواج ہے کہ اگر چھاتی پر بال نہ ہوں تو وِگ لگ گئے ہیں۔ نئی قسم کے وِگ بن گئے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ مردانگی کی ایک خاص علامت ہے۔ مردانگی کی علامت کیا ہے اور کس کے لئے ہے؟ معصوم بچیوں کے لئے ہے۔ ایک پیغام ہے کہ ہم حاضر ہیں۔ ایک پیغام ہے کہ ہم تمہیں اُکسانے کے لئے بھی حاضر ہیں۔ اب دیکھنے میں ایک چھوٹا سا بُندا ہے۔ دیکھنے میں ایک بٹن کھلا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے لیکن یہ سارے شیطان کے وہ بھیس ہیں جہاں شیطان عام آدمی کو دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر پہچاننے والی نظر ہو تو اس کو صاف دکھائی دیتا ہے۔ اب ایسے شخص کو آپ کہہ دیں گے کہ جی! تم نے بندا پہنا ہوا ہے۔ وہ کہے گا۔ تم پاگل ہو تمہاری مرضی ہے جو مرضی کرتے پھرو میں تو پہنوں گا۔ بٹن کھلا ہے تو تمہیں کیا تکلیف ہے تم بھی کھول لو۔ ایسے جواب دیں گے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جن احمدی بچوں کو میں نے پیار سے درد کے ساتھ سمجھایا ہے وہ ضرور سمجھتے ہیں۔

احمدیوں میں ایک خوبی ہے وہ خوبی یہ ہے کہ انہوں نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کیا ہے۔ وقت کے امام کو مانا ہے اس لئے نیکی کی قبولیت کا جذبہ پیدا ہو چکا ہے۔ اس جذبہ سے جیسا فائدہ آپ اٹھا سکتے ہیں دنیا میں اور کوئی اصلاح کرنے والا ایسا فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ یہ جماعت

اگر متقیوں کی نہیں تو متقیوں کا مزاج رکھنے والی جماعت ضرور ہے۔ ایسی جماعت ہے جس کی فطرت کے اندر تقویٰ کا مادہ گوندھا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عبارت پر میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں

''نصیحت کرنا اور بات پہنچانا ہمارا کام ہے۔ یوں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے۔ بعض اوقات جماعت کا اخلاص، محبت اور جوشِ ایمان دیکھ کر خود ہمیں تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور یہاں تک کہ دشمن بھی تعجب میں ہیں۔ ہزارہا انسان ہیں جنہوں نے محبت اور اخلاص میں تو بڑی ترقی کی ہے مگر بعض اوقات پرانی عادات یا بشریت کی کمزوری کی وجہ سے دنیا کے امور میں ایسا وافر حصہ لیتے ہیں کہ پھر دین کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے۔۔۔''

یہ ہے تذکرہ اس کو کہتے ہیں الٰہی سمجھانے کا رنگ، پیار اور محبت کے ساتھ ان کے دلوں کو پسمائیں، ان کو مائل کریں، ان کی خوبیوں پر نظر رکھیں، ان کا اعتراف کریں اور پھر ان خوبیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیکیوں کی طرف ان کو بلائیں۔ ان خوبیوں کا حوالہ دیتے ہوئے ان کو بدیوں سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہمارا مطلب یہ ہے کہ بالکل ایسے پاک اور بے لوث ہو جاویں کہ دین کے سامنے امورِ دنیوی کی حقیقت نہ سمجھیں۔۔۔''

یہ ہے وہ آخری فیصلے کی طاقت جو ہماری تقدیر کا فیصلہ کرے گی۔ اگر ہم انفرادی طور پر اور قومی طور پر یہ مزاج پیدا کر لیں کہ جب بھی دنیا کا مقابلہ دین سے ہوگا دنیا ہارے گی اور دین ضرور جیتے گا تو پھر اس قوم کو دنیا کی کوئی طاقت مار نہیں سکتی۔ یہ زندگی کا وہ راز ہے جس کے ساتھ آپ چمٹ جائیں تو ہمیشہ کی زندگی پانے والے بن جائیں گے۔ فرماتے ہیں:

''اور قسما قسم کی غفلتیں جو خدا سے دوری اور مہجوری کا باعث ہوتی ہیں وہ دور ہو جاویں۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اس وقت تک حالت خطرناک

ہے اور قابل اطمینان نہیں کیونکہ جب تک ان باتوں کا ذرہ بھی وجود موجود ہے تو اندیشہ ہے اور ایک وبدہ لگی رہتی ہے کہ کسی وقت یہ باتیں زور پکڑ جاویں اور باعث حبطِ اعمال ہو جاویں۔ جب تک ایک قسم کی مناسبت پیدا نہیں ہوتی تب تک حالت قابل اطمینان نہیں ہوتی۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۶۰۵)

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح فرمایا ہے جماعت میں تقویٰ، نیکی، حسن کا مادہ موجود ہے۔ اس وقت اگر نصیحت کرنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انداز اختیار کرتے ہوئے نصیحت کریں تو اُن کو بہت کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بہت سے بد کے اور دور جاتے ہوئے احمدی نوجوان یا اُن کے والدین واپس آ سکتے ہیں اور آج کل جب کہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ تمام دنیا میں خطبات نشر ہو رہے ہیں۔ اطلاعیں یہ مل رہی ہیں کہ جماعت میں پہلے سے بڑھ کر ولولہ پیدا ہو گیا ہے۔ بڑے جوش اور شوق کے ساتھ بڑے بھی اور چھوٹے بھی کثرت سے آتے ہیں اور اسی ذکر پر اب میں اس بات کو ختم کرتا ہوں کیونکہ اب کثرت سے شکوے آ رہے ہیں کہ پہلے آپ ہمارے متعلق باتیں کیا کرتے تھے۔ ہم کیا کرتے ہیں؟ کس طرح دیکھتے ہیں؟ کیا ہوتا ہے؟ بڑا مزا آیا کرتا تھا۔ اب ایک دو خطبوں سے آپ نے ذکر نہیں کیا تو شکوہ دور کرنے کے لئے دو باتیں بتا دیتا ہوں ایک تو ایک شخص نے بتایا کہ شوق کا یہ حال ہے کہ بچے بھی بڑی سنجیدگی سے جمعہ کا انتظار کرتے اور اپنے پروگراموں کو اس کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک گھر میں فون کیا تو بچے سے کہا کہ کیا حال ہے؟ اس نے کہا ماں باپ تو ابھی آئے نہیں مگر کل کیونکہ جمعہ ہے اور صبح جلدی خطبہ سننا ہے۔ (یہ امریکہ کی بات ہے) اس لئے میرا چھوٹا بھائی ابھی سو چکا ہے اور میں فوراً سونے جا رہا ہوں۔ میرے پاس زیادہ باتوں کا وقت نہیں ہے تو اب اس بچے کو پتا تھا کہ صبح جلدی اٹھنا ہے اور خطبہ سننا ہے۔ یہ علامت ہے کہ خدا نے نصیحت کے لئے ان لوگوں کو ہمارے قریب کر دیا ہے۔ اس وقت فائدہ اٹھائیں اس وقت نصیحت سے ان کو ہمیشہ کے لئے اپنا بنالیں۔

دوسرے جرمنی سے ایک خاتون کا خط آیا کہ میں اپنے بچے کی ایک پیاری سی ادا بتاتی ہوں کہ ایک خطبہ کے موقع پر غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

تو میرا بچہ ٹیلی ویژن کی طرف دوڑا اور جیب سے رومال نکال رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کیا کر رہے؟ تو اس نے کہا کہ میں آنسو پونچھنے جا رہا ہوں۔ پس یہ جو نئی نسل ہے یہ ٹیلی ویژن کے ذریعہ خطبات کی برکت سے ایک عجیب انقلابی دور میں داخل ہو چکی ہے۔ یہاں سے نصیحتیں شروع کریں، ان کو اپنائیں، ان کو اسلامی قدروں کے قریب کریں اور جو بڑے نسبتاً نرم ہو رہے ہیں لیکن پہلے سخت دل تھے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو نصیحت کریں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جماعت جرمنی کم سے کم پہلے اپنے تمدن اور معاشرے کو اسلامی بنانے میں کامیاب ہو جائے گی اور اگر ایسا ہو گا تو باقی جرمنی کے لئے بھی امید ہو سکتی ہے ورنہ امید کا کوئی پہلو باقی نظر نہیں آتا۔